© rasailojaraid.com

قائداعظم محمد علی جناح مجلّہ حمایت اسلام کی نظر میں

احمد سعید

ایسٹ انڈیا کمپنی نے پنجاب پر اپنے غاصبانہ قبضے کو ''قانونی شکل'' دینے کے لیے یہاں ایک نئی حکمت عملی اختیار کی۔ کمپنی نے پنجاب ایسے اہم صوبے پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے سفید پوشوں، ذیلداروں، نمبرداروں، چودھریوں، زمینداروں اور وڈیروں کا ایک جال تیار کیا[1] اور صوبے پر گرفت کو مستقل کرنے کی غرض سے خاں بہادر، خان جی، رائے صاحب، شمس العلما، ''فرزند ہائے دلپذیر حکومت انگلشیہ، سی آئی ای، ''سروں'' اور گدی نشینوں پر مشتمل ایک ''وفادار رجمنٹ'' تیار کی جس نے ''سلطنت انگلشیہ'' کے اندرونی اور بیرونی دفاع کا کام نہایت فرماں برداری کے ساتھ انجام دیا۔ برطانوی حکومت کی یہ کوشش رہی کہ پنجاب میں سیاسی بیداری کے عمل کو روکنے کے لیے ایک ایسی سیاسی جماعت قائم کی جائے جو انگریزوں کی ہاں میں ہاں ملا کر بیرونی دنیا کو یہ تاثر دے کہ پنجاب کے عوام اس کے ساتھ ہیں اور اسی مقصد کے پیش نظر یونینسٹ پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

پنجاب کے ایک ابھرتے ہوئے وکیل اور سیاست دان میاں فضل حسین کو اس پارٹی کی قیادت سونپی گئی۔

یہاں اس امر کا تذکرہ ناگزیر ہے کہ میاں فضل حسین اپنے سیاسی کیریر کے آغاز پر ''ترقی پسندانہ رجحانات'' رکھتے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے قیام کے موقع پر یہ جماعت میاں محمد شفیع اور میاں فضل حسین کے ''رجعت پسند'' اور ''ترقی پسند'' گروپوں میں منقسم تھی۔ ایک زمانے میں میاں فضل حسین کانگریس کے بھی بہت سرگرم رکن رہے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں پنجاب میں تحریک خلافت کے آغاز پر علامہ محمد اقبال اور میاں فضل حسین کو پنجاب خلافت کمیٹی کا بالترتیب صدر اور سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا۔[2] حیران کن امر یہ ہے کہ فوراً ہی بعد ان دونوں حضرات نے اپنا سیاسی مسلک تبدیل کر لیا۔ آگے چل کر میاں فضل حسین کو پنجاب کی وزارت تعلیم کا قلمدان سونپا گیا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بیجا نہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گا کہ ۱۸ اپریل ۱۹۲۸ء کو لاہور کے بریڈلاء ہال میں جلیانوالہ باغ کے مقتولین کی یاد میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے کہا تھا کہ ''آج کا جلسہ مجھے وہ وقت یاد دلاتا ہے جب اسی جگہ رولٹ ایکٹ کے سلسلے میں ایک عام جلسہ سر فضل حسین کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا جو ان کی سیاسی زندگی کا آخری جلسہ تھا''۔[۳]

میاں فضل حسین کے انتقال سے کچھ ہی عرصہ قبل علامہ محمد اقبال کے نقطۂ نظر میں ایک واضح تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے اور علامہ ایک طویل عرصہ تک شفیع لیگ کا ساتھ دینے کی بجائے اب جناح لیگ کے قریب آتے نظر آ رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آگے چل کر جب آل انڈیا مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی بورڈ قائم ہوا تو سر فضل حسین اور علامہ اقبال دو مختلف کیمپوں میں جا بیٹھتے ہیں۔

قائداعظم نے اپنی انگلستان سے واپسی پر جب آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا تو یونینسٹ پارٹی اور لیگ کے درمیان کشمکش ناگزیر ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت برطانیہ کے ''خیر خواہوں'' کی بقا کا تقاضا تھا کہ لیگ کا پنجاب میں ''داخلہ بند'' رہے۔ یہی سبب ہے کہ میاں فضل حسین کو یہ بات ناقابل قبول تھی کہ ان کے صوبے میں لیگ مرکزی جماعت کے دائرۂ اثر میں آئے۔

فضل حسین کے انتقال کے بعد فاتح دہلی جنرل نکلسن کے ممدوح نواب محمد حیات خان کے صاحبزادے سر سکندر حیات خان کو یونینسٹ پارٹی کی کمان سونپی گئی۔ پنجاب کا وزیراعظم بننے کے بعد سر سکندر حیات کو دو اطراف سے حملے کا خطرہ تھا اول کانگرس اور دوم آل انڈیا مسلم لیگ۔ یوں ایک طرف تو سر سکندر کو کانگرس کے مقابلے میں آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت درکار تھی ساتھ ہی وہ لیگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور طاقت سے حد درجہ خوف زدہ بھی تھے۔ کپتان سکندر حیات آل انڈیا مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت حاصل کیے بغیر پنجاب میں اپنی سیاسی گدی کو نہ تو بچا سکتے تھے اور نہ ہی اسے مضبوط کرنے کی پوزیشن میں تھے۔ اس موقع پر قائداعظم کی دوربین سیاسی آنکھ دیکھ رہی تھی کہ پنجاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سیاسی نقشے کو تبدیل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس پارٹی کو ساتھ ملا کر اس میں شگاف ڈالا جائے۔ اسی پس منظر میں ''جناح سکندر پیکٹ'' کو دیکھنا چاہیے۔ عاشق حسین بٹالوی کا کہنا صحیح ہے کہ یہ اصطلاح سید نور احمد کی اختراع ہے جو یونینسٹ پارٹی کے موقف کے فروغ کے لیے روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے کالم بھرا کرتے تھے۔ اس تمام پس منظر میں انجمن حمایت اسلام اور اس کے مجلّہ کے بارے میں رویہ کو پیش نظر رکھنا ضرور ہے۔

مارچ ۱۸۸۴ء میں لاہور کے چند غیور مسلمانوں نے آریہ سماجی اور عیسائی مشنریوں کی بڑھتی ہوئی اسلام دشمن سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے انجمن حمایت اسلام کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس نے مسلمانان پنجاب کی سماجی، مذہبی اور تعلیمی اصلاح و ترقی کے لیے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ یہ امر خصوصی توجہ کا مستحق ہے کہ اس انجمن کے تعلیمی اور معاشرتی پروگرام سے استفادہ کرنے والے صرف پنجاب تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ اس کا دائرہ کار جنوبی ہند تک پھیلا ہوا تھا اور انجمن کی تیار کردہ کتب سے صوبہ مدراس تک کے مسلمان مستفید ہو رہے تھے۔ اگرچہ یہ انجمن آج بھی مسلمانان پنجاب کی ہمہ جہت خدمات میں مصروف ہے تاہم اس میں وہ پہلا سا جوش و جذبہ مفقود اور یہاں گروہ بندی کا دور دورہ ہے۔ یہ امر قابل صد افسوس ہے کہ انجمن کی ہمہ گیر خدمات کے باوجود ابھی تک اس کی کوئی مستند اور مفصل تاریخ نہیں لکھی گئی اور یہ معاملہ صرف چند ایک مضامین کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔

۱۸۸۵ء میں انجمن حمایت اسلام نے اپنے اغراض و مقاصد اور کارروائیوں کی نشر و اشاعت کے لیے ایک ماہنامہ بنام ''ماہواری رسالہ انجمن حمایت اسلام'' جاری کیا جسے ۱۹۲۴ء میں ہفت روزہ کی شکل دے دی گئی ساتھ ہی اس کا نام بھی تبدیل کر کے ہفت روزہ حمایت اسلام رکھ دیا گیا۔ انجمن حمایت اسلام نے ۱۸۸۵ء میں اپنے سالانہ جلسوں کے انعقاد کی روایت قائم کی۔ قیام پاکستان تک انجمن کے سالانہ جلسوں میں برعظیم پاک و ہند کے مقرر، دانشور، صحافی، مذہبی و سیاسی زعماء، قومی شاعر، پنجاب اور دیگر صوبوں کے سیاسی لیڈر، مختلف ریاستوں کے حکمران یہاں تک کہ پنجاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے گورنر (مئی ۱۹۳۴ء) تک شرکت کرتے رہے۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ برعظیم کے عظیم قائد اور رہنما محمد علی جناح کو ایک مرتبہ بھی ان اجلاسوں میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی اور انجمن کا ریکارڈ گواہ ہے کہ قائداعظم نے انجمن کے کسی بھی اجلاس کی صدارت یا اس میں شرکت نہیں کی۔ اس کی ایک بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام اپنے قیام کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ''خان بہادروں'' اور ''سروں'' کے درمیان گھر گئی۔ ادھر پنجاب کے سر فتح علی خان قزلباش، سر محمد شفیع، سر محمد اقبال اور سر فضل حسین قائداعظم کی جرأت مندانہ سیاست سے متفق نہیں تھے اسی لیے نظریاتی اور شخصی تصادم نے ان پنجابی زعماء اور قائداعظم کے درمیان ایک کشمکش پیدا کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۲۷ء میں شفیع لیگ اور جناح لیگ کے نام سننے میں آتے ہیں جب پنجاب کی قیادت کی باگ ڈور سر فضل حسین کے ہاتھوں میں آتی ہے تو ان کی قائم کردہ یونینسٹ پارٹی اور آل انڈیا مسلم لیگ کے درمیان کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی بارے میں نواب حافظ احمد سعید چھتاری نے لکھا کہ ''جب تک سر فضل حسین زندہ رہے پنجاب میں مسلم لیگ کی ایک نہ چلی۔ مسٹر جناح اور ان کے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے۔ مجھے اکثر یہ خیال آیا ہے کہ اگر سر فضل حسین کی عمر نے وفا کی ہوتی تو پنجاب کی تاریخ اس سے مختلف ہوتی جو آج ہے''۔[۴]

ان حالات میں قائداعظم کے لیے پنجاب میں قائم شدہ انجمن حمایت اسلام کے کسی جلسے کی صدارت یا اس میں شرکت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہاں البتہ سر فضل حسین کے انتقال کے بعد سر سکندر حیات خان کا معاملہ قدرے مختلف نوعیت کا ہے۔ اب مجلّہ حمایت اسلام کا قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں رویوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جون ۱۹۳۱ء میں قائداعظم پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد انگلستان ہی میں مقیم تھے اور ابھی دوسری گول میز کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ قائداعظم کی ہندوستان واپسی کی افواہیں گرم ہوئیں۔ اس پر پہلی مرتبہ مجلّہ حمایت اسلام نے ''مسٹر محمد علی جناح کی مراجعت وطن'' کے زیرِ عنوان ایک اداریہ بھی لکھا کہ ''ہم سیاسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضا کے تکدر اور مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کی بنا پر اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے مخصوص اور معروف مدبرین لندن جانے اور گول میز کانفرنس میں شرکت سے قبل ہندوستان میں یکجا ہوں اور باہمی تبادلہ خیالات کے بعد مسلم مفاد کی تکمیل و تحفظ کے لیے کوئی ایسا پروگرام پیش کریں جو تمام اسلامی جماعتوں کے لیے قابل قبول ہو۔ ان اہم ضرورتوں اور سیاسی کشمکشوں کے وقت مسٹر محمد علی جناح کی عدم موجودگی کو بھی بہت زیادہ محسوس کیا جا رہا تھا''۔

مجلّہ حمایت اسلام نے امید ظاہر کی کہ ''اس خبر کو مسرت سے سنا جائے گا کہ مسٹر جناح اگست کے اوائل میں ساحل بمبئی پر پہنچیں گے اور وہ اپنی تمام تر مساعی کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے وقف کر دیں گے جس کے لیے سر محمد شفیع اور مولانا شوکت علی سرگرم کار ہیں اور انشاءاللہ اس خواب پریشاں کی تعبیر بڑی حد تک تابناک ثابت ہوگی''۔

مجلّہ نے ہندوستان کے لیے قائداعظم کی گذشتہ خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسے ''مسٹر جناح کے تدبر سے امید ہے کہ وہ اپنے سیاسی رفقاء کے ساتھ مل کر کامل اتحاد کا ثبوت بہم پہنچائیں گے اور موجودہ فضا کے تکدر کو دور کرنے میں اپنی روایتی خدمات کا اعادہ کر کے قوم و وطن پر غیر معمولی کرم کریں گے اور مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کے مصداق یہ نمایاں کام اس طرح اتمام تک پہنچائیں گے جو ان کی شخصیت کے لحاظ سے موزوں ترین ہو سکتا ہے''۔[۵]

۱۹۳۵ء میں لاہور کے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان مسجد شہید گنج کے تنازعہ نے سر اٹھایا۔ لاہور کے لنڈا بازار میں واقع یہ تاریخی مسجد دونوں قوموں کے درمیان وجہ نزاع بنی ہوئی تھی۔ سکھوں نے جب مسجد کو شہید کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو دونوں کے درمیان ٹھن گئی اور مسلمانوں کو سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنا پڑی۔ سیاسی سطح پر اس مسئلے کو سلجھانے کی کوششیں کی گئیں لیکن جب پنجاب کے رہنماؤں کی تمام تدابیر اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام رہیں تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقول حمایت اسلام "افق سیاست ولیاقت کے درخشاں ستارے مسٹر محمد علی جناب کے قلب سلیم میں مسلم نوجوانوں کی قوت عمل کو صحیح راہ پر لانے کا احساس موجزن ہوا" اور انہوں نے ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء کو لاہور تشریف لانے کا اعلان کیا۔ اس موقع پر قائداعظم نے کہا کہ "میں مسجد شہید گنج کے سلسلے میں حکومت اور مسلمانوں کے درمیان باعزت سمجھوتہ کرانے کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کردوں گا"[۶]

اس پر مجلہ حمایت اسلام نے "مسئلہ مسجد شہید گنج اور مسٹر محمد علی جناح کی حسن تدبیر" کے زیر عنوان ایک اداریہ میں "قائد ملت" کی اس بروقت رہنمائی پر بے حد مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی "مسلم نوجوانوں کی قوت عمل کو صحیح راستے پر لانے کے لیے حسن تدبیر اختیار کرنے کی سبیل کو ملک وقوم کی ایک عظیم الشان خدمت" قرار دیا۔ مجلہ نے مسجد شہید گنج کے سلسلے میں سول نافرمانی کی تحریک کے حوالے سے یونینسٹ پارٹی کے نقطہ نظر کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا کہ "پنجاب میں موجود زعمائے قوم نے کافی حد تک ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ تحریک کو قانونی نقطہ نگاہ واضح ہونے تک غیر آئینی راستے پر نہیں ڈالنا چاہیے"۔ مسلم اخبارات کے طرز عمل کے بارے میں مجلہ نے لکھا کہ انہوں نے نہایت سنجیدگی اور متانت سے سول نافرمانی کے مسئلے پر تبصرے کیے اور کسی اخبار نے بھی مسلم نوجوانوں کو سول نافرمانی پر شاباش نہیں دی۔ باوجود ان حالات کے مسلم نوجوانوں کے مذہبی جذبات قابو سے باہر ہوئے"۔[۷]

ہفت روزہ حمایت اسلام نے قائداعظم کی ان کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ "اب وقت کا بہترین اقتضا یہی تھا کہ جناب جناح جیسی باوقار و پرعظمت ہستی ہی اس مسئلے کی گتھی کو سلجھائے اور ساری مسلم قوم کی قیادت کی باگ ڈور اپنے مبارک ہاتھوں میں لے اور مسلمان نوجوانوں کے بڑھتے ہوئے اضطراب کا مداوا فرما کر پنجاب کی سرزمین کو امن کا پیغام دے اور لاہور کے مطلع کو ہر قسم کی کدورت سے پاک وصاف کردیں"۔ اس موقع پر مجلہ نے مسلمانوں سے "قائد ملت" کی آمد پر اپنے اخلاص ومحبت کا پورا پورا مظاہرہ کرنے کو ان کا "اخلاقی وملی فرض"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار دیا۔ مجلّہ نے مسلمانان پنجاب سے اپیل کی کہ وہ قائداعظم کو اس تنازع کے تصفیہ کے لیے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور ان کے ہر اشارے پر لبیک کہیں تا کہ ''اس عظیم الشان ہستی کے ارادت وحسن تدابیر اپنی پوری کوششوں سے معاملہ درپیش کے حل کرنے میں حد درجہ کامیاب ہوں اور وہ سرزمین پنجاب سے سرخرو، باعزت اور فتح ونصرت کے ساتھ شاداں وفرحاں جائیں'' [۸] مجلّہ نے دعا کی کہ حکومت پنجاب کے حکام بھی کوئی صحیح راہ عمل اختیار کریں اور ہمارے قائد محترم کی مساعی جمیلہ کو بارآور ہونے کا موقع دیں تا کہ سرزمین پنجاب کو امن وچین نصیب ہو۔ آخر میں مجلّہ نے ''جناب جناح کے قدوم میمنت لزوم'' کا شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے سینکڑوں مصروفیات کے باوجود مسلمانان لاہور کو ممنون فرمایا۔

قائداعظم نے پنجاب کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہاں کی مختلف اقوام کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ مختلف مکتبہ ہائے فکر کی بات سنی اور مختلف جلسوں سے خطاب کیا۔ لاہور سے واپسی سے قبل قائداعظم نے مسلم اور سکھ زعما پر مشتمل ایک مصالحتی کمیٹی قائم کی جو انجمن حمایت اسلام کے صدر علامہ محمد اقبال، میاں عبدالعزیز مالواڈہ، راجہ نریندرا ناتھ، پنڈت نانک چند، سردار بوٹا سنگھ، سردار اجل سنگھ، سردار سمپورن سنگھ اور نواب احمد یار خان دولتانہ پر مشتمل تھی۔

مجلّہ نے اس مصالحتی کمیٹی کے قیام اور قائداعظم کی شہید گنج کے سلسلے میں مصالحتی کوششوں کو ''قابل صد آفریں وتحسین'' قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ''آپ نے مسلمانوں کے اضطرابات کا مداوا کرنے میں کمال جدوجہد کی اور بہت حد تک ان کی مساعی جمیلہ نہایت مسرت انگیز حالات میں کامیاب ہوئی۔ آپ نے ہر دو اقوام کے درمیان ایک گونہ مصالحت کے ابواب کو وا کرنے کے لیے ایک مجلس مصالحت تجویز کی ہے''۔ مجلّہ نے امید ظاہر کی کہ ''قائداعظم کی مقرر کردہ مجلس مصالحت کے ارباب فکر وفہم مسجد شہید گنج کے قضیہ کو کسی احسن صورت میں سلجھا کر پنجاب کی سرزمین کو امن واتفاق کا مسرت انگیز پیغام سنائیں گے'' [۹]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۴ء میں انگلستان سے واپسی پر جب ہندوستان میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا تو انہوں نے مسلم امہ کی حالت زار پر غور وخوض کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے تن مردہ میں ایک نئی جان ڈالنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنی ان کوششوں کا آغاز کیا تو کانگریسی اخبارات پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ ضلع بجنور سے شائع ہونے والے سہ روزہ مدینہ نے بطور خاص قائداعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ پر فضول اور بے جا تنقید شروع کر دی کیونکہ اس کی نظر میں قائداعظم کی لیگ کی تنظیم نو کا کام قطعاً ''نا قابل معافی قصور'' تھا اور بالخصوص یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو کانگریس میں غیر مشروط طور پر شمولیت سے کیوں باز رکھا۔ ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء کو ''مدینہ'' نے قائداعظم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ ''مسلم لیگ نے اپنے چند توہمات اور خطرات مزعومہ کی بنا پر ایک الگ صف قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی ہے۔ مسلم لیگ اپنی خلقی وفطری کمزوری کے سبب مگر ایمان داری کے ساتھ کانگریس میں مدغم ہونے کا خطرہ و اندیشہ رکھتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی عام دینی وملی ذہنیت سے واقف نہیں دوسرے یہ کہ مسلم لیگ زیادہ تر عافیت کوش، راحت طلب، زرین قبا اور کرسی نشیں سیاسین پر مشتمل ہے'' ۱۰

اپنے ایک اور اداریہ میں ''مدینہ'' نے قائداعظم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ ''نعمت خانہ فرنگ کے ٹکڑوں پر بسر کرنے والے حامیان مسلم لیگ سے آزادی کی توقع اور بکھرے ہوئے مسلمانوں کی تنظیم کی امید جناح صاحب کو ایک خواب پریشان سی معلوم ہونے لگی اور کانگریس مقابلہ کی ہوس صبر آزما اور ہمت طلب۔ کانگریس کے ایک معمولی رضا کار کا بھی ولولہ، ایثار، زور عمل اور جوش دل کہاں سے لائیں نہ قربانی کا دم اور نہ جلت پھرت کا بل بوتہ''۔ مجلہ حمایت اسلام نے ''مدینہ'' کے مذکورہ بالا دونوں اداریوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ ''دیکھا آپ نے کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانے والے اخبار نے اسی مسلم لیگ اور اسی مسٹر جناح پر کیسے فضول اور غیر معقول حملے کیے ہیں جسے الیکشن کے زمانہ میں یہی اخبار ''محب وطن''، ''وطن پرست'' اور ''مسلمانوں کا سب سے زیادہ مخلص رہنما'' کہہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چکا ہے۔ یہی وہ مسلم لیگ ہے جس کی حمایت میں کبھی اس کے صفحات سیاہ نظر آتے تھے۔ کچھ معلوم ہوا کہ یہ روش کیوں بدلی اور یہ زبان طعن کیوں دراز ہوئی اس لیے کہ کانٹا بدل گیا''۔

مجلّہ نے واضح کیا کہ خیالات میں اختلاف کوئی بری چیز نہیں اور ہر شخص کو جائز نکتہ چینی کا حق حاصل ہے مگر قائداعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ پر اعتراضات کرتے وقت ''مدینہ'' نے جو لہجہ اختیار کیا وہ ''غیر معقول'' تھا۔ مجلّہ نے اپنے معاصر سے دریافت کیا کہ اس نے ''مسلم لیگ کے ارکان کو تو عاقبت کوش، راحت طلب، زرین قبا، نعمت خانہ فرنگ کے ٹکڑوں پر بسر کرنے والے قرار دیا لیکن اس نے اپنے ممدوح نام نہاد'' قوم پرستوں'' کو جن کا اجتماع حال ہی میں پچھلے ہفتے الہ آباد میں منعقد ہوا تھا کیا ان میں آرام طلب، کرسی نشین، اور زریں قبا حضرات موجود نہیں تھے۔ کیا ان کے گھروں کے اخراجات نوابوں کے مساوی نہیں اور کیا ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے طریقے خدام قوم وملت کو زیب دیتے ہیں اور پھر یہ سب راحت و آرام اپنی کمائی سے نہیں قوم کے پیسے سے نصیب ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنہیں معاصر موصوف قابل ملامت سمجھ رہا ہے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو قوم کے چندے کا محتاج ہو اور جس کے ''نعمت خانہ میں غیر مرئی ہاتھ اپنے جوہر دکھا رہا ہو''۔

مجلّہ حمایت اسلام نے واضح کیا کہ '' قائداعظم ایک کامیاب بیرسٹر اور صاحب حیثیت وکیل ہیں اور ان کے دوسرے ساتھی بھی اسی درجہ کے ہیں۔ انہیں اپنی ضروریات کے لیے قوم کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ جنہیں ''مدینہ'' ایثار پیشہ قربانی کرنے کے عادی کہہ کر فخر کر رہا ہے ہر آن قوم کے سامنے اپنی ضروریات کے لیے دامن پھیلائے نظر آتے ہیں''۔

کانگریس نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ڈاکٹر کے ایم (کنور محمد) اشرف کی زیر قیادت ''مسلم رابطہ مہم'' Muslim Mass Contact Movement جاری کی۔ مجلّہ حمایت اسلام نے مسلم رابطہ مہم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبصرہ کرتے ہوئے یہ الزام عاید کیا کہ ''کانگرسی دسترخوان کے خوشہ چینوں نے کانگریس کے اشارے پر مسلمانوں کے لیے ایک نیا جال پھیلا دیا ہے''۔ چونکہ ''مدینہ'' نے قائداعظم کو محض اس بنا پر قابل سرزنش قرار دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو کانگرس سے علیحدہ رکھ کر منظم کرنے کی سعی کر رہے تھے اس لیے مجلہ حمایت اسلام نے واضح کیا کہ ''ہم مسٹر جناح اور مسلم لیگ کی پالیسی کو مسلمانوں کے لیے ذریعہ نجات وفلاح سمجھتے ہیں کہ ہمیں علم ہے کہ مسلمانوں کو جس اکثریت کے ساتھ ملنے کی دعوت دی جارہی ہے وہ سراسر ناانصاف، متعصب اور تنگ دل ہے اور وہ اس سے ملنے سے پہلے ایک صاف، بین اور واضح معاہدے کی ضرورت ہے''۔ [11]

۲۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مولوی اے کے فضل الحق کی زیر صدارت محمد علی پارک کلکتہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے موجودہ سیاسی کشمکش میں ہندوستانی مسلمانوں کی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ''مسلمان بھی دیگر اقوام کی مانند ہندوستان کی آزادی کے خواہاں ہیں نیز یہ کہ اس کے لیے وہ ہندوؤں کے ساتھ ماتحتی (subordination) کی بجائے برابری کی بنیاد پر تعاون اور اشتراک عمل چاہتے ہیں۔ ہم دوستی کی بنیاد پر اس ملک کی آزادی کے لیے دوسری اقوام کے ساتھ مل کر قدم بڑھانا چاہتے ہیں لیکن اس آزادی کا مطلب ''ہندو راج'' نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ عوام کا راج ہونا چاہیے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا منتہائے نظر یہی ہے کہ مسلمانوں کی نہ صرف زبان، کلچر اور مذہب کا تحفظ ہو بلکہ ان کے سیاسی مفادات کا تحفظ بھی ہونا چاہیے''۔ [12]

قائداعظم نے کانگریس کی طرف دست مفاہمت بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ وطن اور ملت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اگر یہی کام ہم سب مل کر کریں تو ملک کو کس قدر فائدہ پہنچے۔ آپ ہم سے دور ہونے کی بجائے ہم سے قریب تر آئیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے مؤقف کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قائداعظم نے ہندوؤں کے اس الزام کی سختی سے تردید کی کہ مسلمان قوم و وطن کی خدمت کرنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے ہندوؤں کو یقین دلایا کہ ''مسلمان اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصہ سے بڑھ کر وطن کی خدمت کریں گے‘‘ [۱۳]

قائداعظم نے اپنی مندرجہ بالا تقریر میں بقول حمایت اسلام ’’جو دل لگتی باتیں کہیں ان سے ان کی نیک نیتی، اخلاص اور حب الوطنی کی صحیح کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے‘‘۔ مجلّہ نے لکھا کہ قائداعظم کے ان خیالات کے پیش نظر کیا یہ کہنا جائز ہے کہ وہ ملک میں فساد اور نزاع کی آگ مشتعل کرنا چاہتے ہیں۔ مجلّہ نے لکھا کہ ’’ہم مسٹر جناح کے وکیل نہیں البتہ ان کی سچی باتوں، نیک نیتی اور اخلاص کے اسی طرح معتقد ہیں جس طرح ہندو پنڈت نہرو اور گاندھی جی کے۔ وہ لوگ ہندو دھرم کے خادم ہیں مسٹر جناح مسلمانوں کے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ دونوں کے نقطہ نگاہ جداگانہ ہیں مگر ان کے خادم قوم ہونے میں کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا‘‘۔

مجلّہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ تمام خدام قوم ایک مرکز پر جمع ہو کر یکجہتی و یگانگت کے ساتھ قوم اور ملک دونوں کی خدمت کرتے۔ دراصل تعصب اور تنگ نظری ہندو قوم کے خمیر میں شامل ہے اور یہی وہ چیز ہے جس نے آج اکیسویں صدی تک ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ معاملات طے کرنے سے روکے ہوا ہے۔ مجلّہ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ ’’ہمارے ہندو بھائی اپنے دل کو وسیع کریں اور اس چیز کا اعتراف کریں کہ ان کے ہمسایہ میں بھی ایک ایسی قوم بستی ہے جو عزت و سربلندی کے ساتھ زندہ رہنے کی آرزومند ہے‘‘۔ مجلّہ نے قائداعظم کی اس سعیٔ خاص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ ’’وہ صرف قوم کے دل میں یہی احساس پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اگر یہ احساس ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا تو کانگرس لیگ کی جنگ قطعاً ختم ہو جائے گی‘‘۔ [۱۴]

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو حالات نے یونینسٹ پارٹی کی حمایت کرنے پر مجبور کر دیا تھا لہٰذا اسکندر جناح پیکٹ کے حوالے سے اس کا نقطہ نظر یونینسٹ پارٹی ہی سے میل کھاتا نظر آتا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ (۱۹۳۷ء) میں پنجاب کے سر سکندر حیات اور بنگال سے مولوی اے کے فضل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحق دونوں نے شرکت کی تھی۔ اس موقع پر مجلّہ حمایت اسلام نے ''سر سکندر، فضل الحق اور مسٹر جناح کا سمجھوتہ'' کے زیر عنوان ایک اداریہ میں اس ''باہمی سمجھوتے'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ''دونوں بزرگوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت تسلیم کر لی ہے اور یوں پنجاب اور بنگال دونوں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے آ گئے ہیں''۔ مجلّہ نے سر سکندر حیات کی طرف سے پیش کردہ تصریحات کا ذکر کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ یونینسٹ پارٹی کے ارکان کو مسلم لیگ کا رکن بنائیں گے اور یوں یونینسٹ پارٹی پنجاب مسلم لیگ کی شکل اختیار کر لے گی مگر اس کا نام اتحاد پارٹی ہی رہے گا البتہ تمام مسلمان ارکان لیگ کے منشور پر دستخط کریں گے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اصول وضوابط کے پابند رہیں گے''

مجلّہ نے امید ظاہر کی کہ جس طرح موجودہ حالات میں ان تینوں جماعتوں نے نیک نیتی کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی ضرورت کو محسوس کیا ہے آئندہ بھی محسوس کرتے رہیں گے اور ایک عظیم قوت وطاقت کی صورت میں مسلمان قوم کی فلاح وبہبود اور ملک کی ترقی کے لیے سعی کریں گے۔ مجلّہ نے اس اتحاد پر سر سکندر، مولوی فضل الحق اور مسٹر جناح کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نیک ارادوں میں کامیاب وکامران کرے۔ ۱۵

۱۹۳۷ء کے انتخابات میں غیر متوقع کامیابی نے کانگریس کے سر پر غرور کو اس حد تک مدہوش کر دیا کہ اسے اپنے سوا کوئی اور نظر آنا بند ہو گیا۔ اس دور میں ایک طرف تو قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کرنے اور اسے ایک عوامی جماعت بنانے کے لیے بھرپور کوششوں کا آغاز کیا اور دوسری طرف کانگریس کے زعماء کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تاکہ ہندو مسلم مفاہمت کی صورت میں ہندوستان کی آزادی کی راہ ہموار ہو سکے۔ اسی ضمن میں قائداعظم نے کلکتہ میں اپنی ایک تقریر میں کانگریسی زعماء کو دعوت دی کہ اگر وہ ہندوستان کی خدمت کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ قائداعظم کی اس تقریر کے جواب میں پنڈت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جواہر لال نہرو نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستانی عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ کانگریس مسلمانوں کے ساتھ یکجا بیٹھ کر مختلف مسائل کو طے کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ مجلّہ حمایت اسلام نے پنڈت نہرو کے اس بیان کو ان کے سابقہ بیانات سے قدرے مختلف قرار دیتے ہوئے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ ''پنڈت جی اب بلند مقام سے کسی قدر نیچے اتر کر مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہیں''۔ مجلّہ کے نزدیک ہندوستان کی موجودہ سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک ساتھ کام کرتے دیکھنے کی آرزومند ہندوؤں کے لیے پنڈت جی کا یہ بیان اپنے اندر کافی دلچسپی رکھتا ہے اور ان لوگوں کا خیال ہے کہ شاید ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک ساتھ کام کرنے کا وقت قریب ہے۔

مجلّہ نے پنڈت نہرو کے اس بیان سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ اپنے اس بیان میں بہت زیادہ نہ سہی تھوڑے بہت ضرور بدلے نظر آتے ہیں۔ دراصل پنڈت جی نے اپنے گذشتہ بیان میں صاف اور کھلے الفاظ میں یہ کہا تھا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک انگریز اور دوسری کانگریس باقی کو ان کے پیچھے چلنا ہوگا۔ قائداعظم نے فوراً ہی کانگریسی لیڈر کو متنبہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ نہیں ایک تیسری جماعت بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ مجلّہ نے پنڈت نہرو کے اس نظریہ میں تبدیلی کو نہ صرف ''مسٹر جناح کا فیض'' قرار دیا بلکہ نہرو کے اس بیان کو زحمت کے بھیس میں رحمت (Blessing in Disguise) بتلایا کیونکہ نہ پنڈت جی یہ بیان دیتے اور نہ وہ تمام ہندوستان میں لیگ کو از سرِنو زندہ کرنے اور اسے ایک باعمل جماعت بنانے میں حد سے زیادہ دلچسپی لیتے اور نہ ہی پنڈت جی کے ان خیالات میں تبدیلی رونما ہوتی۔ مجلّہ نے اسے قائداعظم اور لیگ کی سرگرمیوں کا نتیجہ قرار دیا کہ ''وہ جماعت جسے کل پنڈت نہرو رجعت پسندوں اور خطاب یافتگان کی جماعت کہہ کر نظرانداز کرنے کی کوشش کررہے تھے وہ نظرانداز کیے جانے کے قابل نہیں''۔ پنڈت نہرو نے اپنے اس بیان میں مسلم لیگ کی موجودہ حکمت عملی اور آزادی کامل کی قرارداد پر خوشی و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی تھی کہ لیگ کا یہ نظریہ عملی صورت بھی اختیار کرے گا جس سے کانگرس کے مقصد کو بھی تقویت پہنچے گی۔ مجلّہ کے نزدیک یہ بھی غنیمت تھا کہ پنڈت نہرو نظری حیثیت سے لیگ کو آزادی وحریت پسند جماعت سمجھنے لگے ہیں۔ مجلّہ نے امید ظاہر کی کہ ''انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب پنڈت جی لیگ کو عملی حیثیت سے بھی کانگریس کی مانند ایک مجاہد جماعت تصور کرنے لگیں گے''۔ اس ضمن میں مجلّہ نے پنڈت جی کو یقین دلایا کہ لیگ عملی اعتبار سے بھی کسی طرح کانگریس سے کم نہیں اور وہ بھی کانگریس ہی کی مانند ہندوستان کی آزادی کے لیے سرگرم عمل ہے۔

اس دور میں لیگ پر عموماً یہ پھبتی کسی جاتی تھی کہ اس کے خطاب یافتگان قوم و ملک کا درد نہیں رکھتے۔ مجلّہ نے کانگریس کو باور کرانے کی کوشش کی کہ لیگ کا یہ عنصر پہلے سے بہت زیادہ بدل چکا ہے اور اسے کسی طرح بھی آزادی و حریت کے طلب گاروں کی صف سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔[16] اداریے کے آخر میں مجلّہ نے پنڈت نہرو سے شکایت کی کہ انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں ''مسٹر جناح کی تقریر کو مروت اور دوستی کے جذبات سے خالی قرار'' دیا تھا حالانکہ ''مسٹر جناح کی تقریر کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ مسلم لیگ کے متعلق پنڈت جی کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی اور وہ لیگ کے زعماء سے گفتگوئے مصالحت پر آمادہ ہوئے''۔ مجلّہ نے اس ضمن میں پنڈت جی کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے لکھا کہ پنڈت جی تو کیا کسی بھی شخص کے متعلق سوئے ظن رکھنے کی ضرورت نہیں وہ بہت بڑے محب وطن سہی لیکن دوسرے بھی وطن کی محبت رکھتے ہیں اور پنڈت جی ہی کی طرح ملک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔[17]

پنڈت نہرو کے اس بیان نے سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں میں ایک گھما گھمی پیدا کر دی اور قائداعظم نے ایک جوابی بیان میں ان کی مصالحت پر آمادگی کو بنظر استحسان دیکھا مگر ساتھ ہی قائداعظم نے یہ واضح کیا کہ لیگ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کانگریس کے درمیان کوئی واضح اور پختہ معاہدہ ہونے کی صورت میں ہی دونوں جماعتوں کے درمیان مفاہمت کی توقع رکھنی چاہیے۔ اس ضمن میں قائداعظم کا مؤقف تھا کہ کانگریس سرکاری حیثیت سے ''معاہدے'' کی پابندی کا یقین دلائے جو مسلمانوں کی سیاسی، تمدنی اور لسانی حقوق کا پاسبان ہو اور اس کے ہوتے ہوئے کوئی اکثریت مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ قائداعظم کا کہنا تھا کہ پنڈت نہرو ذاتی حیثیت میں اس اہم کام کو انجام دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اگرچہ وہ کانگریس کی صدارت پر تو فائز ہیں اور انہیں کانگریس کی آواز کہا جاتا ہے لیکن اس قسم کے حتمی معاہدے کے لیے ''پوری'' کانگریس اور ''پوری'' ہندو قوم کی آمادگی کی ضرورت ہوگی۔

پنڈت نہرو نے اپنے بیان میں جناح۔ راجندر پرشاد معاہدے کا ذکر کیا تھا۔ مجلّہ نے اس بارے میں قائداعظم کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ ان دونوں زعما کے درمیان سرے سے ہی کوئی معاہدہ طے نہیں پایا تھا۔ البتہ قائداعظم مجوزہ جناح راجندر فارمولے کو لیگ کے سامنے اس شرط پر رکھنے کو تیار تھے کہ کانگریس اس کے لیے ہندوؤں اور سکھوں کی رضامندی حاصل کرے۔ قائداعظم نے لیگ۔ کانگریس سمجھوتے کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے یہ تجویز کیا تھا کہ کانگریسی وزارتوں سے متعلق شکایات کے ازالہ کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن اپنی رپورٹ تیار کر کے لیگ کو پیش کرے اور پھر کانگریس اس رپورٹ کو عملی جامہ پہنائے۔ مجلّہ حمایت اسلام نے قائد کی اس ''صاف اور صریح'' تجویز کو ''ہندوستان پر ایک بہت بڑا احسان'' قرار دیا جس سے خوشگوار فضا پیدا کرنے میں بہت مدد ملے گی اور اس کی وجہ سے سمجھوتے کے قوی امکانات پیدا ہو جائیں گے۔ [18]

جنوری ۱۹۳۸ء میں قائداعظم اور پنڈت نہرو کے درمیان ہندو مسلم مصالحت کے ضمن میں خط و کتابت کا ایک سلسلہ چلا۔ پنڈت نہرو نے کانگریس کی مجلس عاملہ کے ایما پر قائداعظم سے اپنی مطالبات رکھنے کی درخواست کی۔ پہلے تو قائداعظم اس پر آمادہ نہیں تھے کیونکہ مسلمانوں کے مطالبات واضح طور پر کئی مرتبہ کانگریس کے سامنے رکھے جا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چکے تھے لیکن کانگریس کے شدید اصرار پر قائداعظم نے اپنے چودہ نکات کے علاوہ سات اور مطالبات ان کے سامنے رکھے جن میں زبان، کلچر اور مذہب کے تحفظ کے علاوہ یہ کہا کہ کانگریس مسلم لیگ کے جداگانہ وجود، اس کے وقار اور سیاسی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے اپنے ہم پلہ اور مساوی جماعت قرار دے۔ [۱۹]

مجلّہ حمایت اسلام نے قائداعظم کے ان مطالبات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''ان مطالبات نے کانگریس کمیٹی اور ہندو پریس میں ایک اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی ہے اور یہ تمام یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ کانگریس ان مطالبات کو قبول کرنے کے لیے کسی طرح بھی آمادہ نہیں''۔ مجلّہ کے نزدیک قائداعظم چاہتے تھے کہ ''مسلمان قوم اپنے اچھے اور برے کا خود فیصلہ کرے اور زندہ قوموں کی طرح اپنے مستقبل کی تعمیر خود اپنے ہاتھ میں لے اور وہ سوچنے سمجھنے اور کرنے میں اکثریت ہی کی طرح آزاد ہو اور اس کا مذہب، زبان، اور تہذیب و تمدن پوری طرح محفوظ ہو اور اقلیت میں ہونے کے باوجود وہ اکثریت کے رحم و کرم پر نہ ہو''۔

قائداعظم نے مصالحت کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں ہندو اخبارات اور کانگریسی حلقوں نے ان پر جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ان سے سادہ لوح عوام میں یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی گئی کہ ''جناح مصالحت کے لیے تیار نہیں''۔ بعض ہندو اخبارات نے ان شرائط کا مضحکہ اڑایا اور بعض نے انہیں ''فرنگیانہ ذہنیت'' کا مظاہر قرار دینے میں بھی پس و پیش نہیں کیا۔ مجلّہ حمایت اسلام نے ان ہندو اخبارات اور کانگریسی لیڈروں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے لکھا کہ ''مسٹر جناح کی شرائط صلح کو فرنگیانہ ذہنیت کا عکاس کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ مسٹر جناح خود پنڈت نہرو اور گاندھی جی سے زیادہ حریت پسند اور آزادی خواہ ہیں''۔ مجلّہ نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ اپنی قوم کے مستقبل کو درخشاں بنانے کی کوشش کو ''فرنگیانہ ذہنیت'' کا نام کیوں دیا گیا اور کانگریسی اخبارات نے مسٹر جناح کو انگریز نواز کا خطاب کیوں کر دیا کیونکہ مسٹر جناح اپنے وطن سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح یہ لوگ کرتے ہیں۔ [۲۰]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایم کے گاندھی نے ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء کو ہندو مسلم مسائل کے حوالے سے ایک خط میں قائداعظم کو لکھا تھا کہ ''میں پہلے اس مسئلے کے متعلق ڈاکٹر ایم اے انصاری کی رائے پر عمل کرتا تھا اب وہ نہیں ہیں تو ان کی جگہ مولانا ابوالکلام آزاد میری رہنمائی کرتے ہیں''۔[۲۱] اس کے جواب میں قائداعظم نے ۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو گاندھی جی کو لکھا کہ ''آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ اب ڈاکٹر انصاری موجود نہیں اس لیے آزاد آپ کی رہنمائی کریں گے۔ اگر آپ نے یہ انداز فکر اختیار کیا ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ دوبارہ اسی غلطی کا ارتکاب کریں گے جو آپ نے ماضی میں کی جب ہندو مسلم قضیہ کے تصفیہ کے لیے آپ نے ڈاکٹر انصاری کے خیالات کی آڑ لے کر صاف کہہ دیا تھا کہ میں تو مسلمانوں کو سب کچھ دینے کو تیار ہوں مگر کیا کروں انصاری نہیں مانتے''۔[۲۲]

حمایت اسلام نے اپنے اسی اداریہ میں قوم پرست مسلمان لیڈروں کا نام لیے بغیر ان پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ ''اصل بات یہ ہے کہ ہندوؤں کے ترکش میں ایک ہی ایسا تیر ہے جس سے وہ اپنے مخالفین کو شکار کرنے کے خوگر ہیں اور موقع بہ موقع ہر جگہ ان کا یہی تیر بار بار فضا میں تیرتا نظر آتا ہے۔ اس میں کانگریس کچھ زیادہ ملزم نہیں اصل ملزم تو وہ لوگ ہیں جو اپنی اقلیتوں کے حقوق اکثریت کے چرنوں میں بطور نذر عقیدت پیش کر چکے ہیں اور اپنے مربیوں کے پروانہ خوشنودی کی طلب میں ہر اقلیت کو سر بلند کرنے والوں کو غدار وطن اور انگریز نواز کا طعنہ دے کر اپنی سیرت کے گھناؤنے داغ کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں''۔ حمایت اسلام کا کہنا تھا کہ اگر یہ ''نیشنلسٹ'' لوگ بیچ میں نہ ہوتے تو آج سے کئی سال پیشتر کانگریس اور مسلمانوں میں ایک دائمی اور پختہ معاہدہ ہو چکا ہوتا اور دونوں جماعتیں مل کر اپنی حقیقی منزل کی طرف مصروف سفر ہوتیں۔[۲۳]

مجلّہ نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ ''اگر یہ لوگ آج بھی راستہ سے ہٹ جائیں تو ہندو مسلم یا کانگریس اور لیگ میں مصالحت ہو سکتی ہے اور یہی شرائط جنہیں آج کانگریس فرنگیانہ ذہنیت کے مظاہر کا نام دے رہی ہے قابل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول ہو سکتی ہیں''۔حمایت اسلام نے قائداعظم کی شرائط مصالحت کو''فرنگیانہ ذہنیت'' کا نام دینے والوں سے دریافت کیا کہ آخر زبان، مذہب، تہذیب وتمدن اور جداگانہ وجود کا تحفظ ان میں سے کونسی ایسی چیز ہے جس سے فرنگیانہ ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے اور ان میں سے کونسا ایسا مطالبہ ہے جو ہندوستان کو آزادی کے میدان میں آگے بڑھنے سے روکتا ہے۔مجلّہ نے کانگریس سے پوچھا کہ وہ خود تو برطانوی حکومت سے اپنے وجود کو منوانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کی عادی ہے تو ایک ایسی اقلیت جو ہندوستان میں عزت وخودداری کے ساتھ رہنے کی آرزومند ہے تو وہ اپنے وجود کے لیے سعی کیوں نہ کرے''۔

مجلّہ نے کانگریسی اخبارات کے قائداعظم پر ان شرائط کے ضمن میں اعتراضات پر اظہار تعجب کیا۔حمایت اسلام کا کہنا تھا کہ دراصل کانگریس اس بات کی خواہش مند تھی کہ قائداعظم بلاکسی سمجھوتہ یا معاہدہ کے آل انڈیا مسلم لیگ کی باگ ڈور کانگریس کے ہاتھوں میں دے دیں۔مجلّہ نے کانگریس کو متنبہ کیا کہ وہ یاد رکھے کہ''مسٹر جناح تو کیا کوئی بھی خوددار مسلمان اپنی قوم کی قسمت کا فیصلہ کانگریس کے حسب منشا نہیں کرسکتا۔کانگریس اگر مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ وہ مسٹر جناح کے مطالبات مان لے اور اکثریت کی طرف سے اقلیت کو یقین دلائے کہ وہ اسے ہندوستان میں ایک باعزت اقلیت سمجھتی ہے''۔[۲۴]

۱۹۳۷ء میں برعظیم کے آٹھ صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کی تشکیل کے بعد بھی قائداعظم کی یہی کوشش رہی کہ ہندوؤں کے ساتھ کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کو اپنے ہم پلہ جماعت کا درجہ دینے پر آمادہ نہیں تھی۔اس ضمن میں پنڈت نہرو کا پر از غرور قول پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ اب قائداعظم کی سیاسی حکمت عملی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ کانگریس کو لیگ کے ساتھ مساویانہ شرائط پر سمجھوتہ کے لیے مجبور کیا جائے۔اپنی اس حکمت عملی پر روشنی ڈالتے ہوئے قائداعظم نے بمبئی کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے کہا کہ ''میرے دل میں ہندوؤں کے لیے کوئی برائی یا کدورت نہیں اور میں ان سے مساوی سطح پر مفاہمت کا ہر وقت خواہشمند ہوں لیکن کانگریس اور حکومت دونوں میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں پر ایسا آئین ٹھونسے جسے مسلم لیگ کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اگر اس قسم کا آئین ہم پر ٹھونسا گیا تو ہم آخری دم تک لڑیں گے''۔

قائداعظم نے اس الزام کی پرزور الفاظ میں تردید کی کہ لیگ جمہوریت میں یقین نہیں رکھتی۔ لیکن قائداعظم نے بجا طور پر اس بات کی وضاحت کی کہ فرانس، انگلستان اور افریقہ میں مختلف قسم کی جمہوریتیں ہیں کیونکہ وہاں ایک ہی قوم آباد ہے جب کہ ہندوستان میں معاملہ مختلف ہے اور اسلام مساوات، اخوت اور آزادی کا علمبردار ہے جس کا مغربی جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قائداعظم نے ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں ہندوؤں کی آبادی تین چوتھائی اور مسلمانوں کی ایک چوتھائی ہے پارلیمانی نظام کی ناکامی کا ذکر کیا۔ اپنی اس تقریر میں قائداعظم نے واردھا میں بیٹھی کانگریس کی گرینڈ فاشسٹ کونسل (Grand Faseist Council) اور اس کے سب سے بڑے ڈکٹیٹر ایم کے گاندھی پر بھی کڑی نکتہ چینی کی۔ ۴ اپریل ۱۹۳۸ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے مرکزی مجلس قانون ساز میں لیگ پارلیمانی پارٹی قائم کی جو اس سے پیشتر مختلف دھڑوں میں منقسم تھی۔ کچھ مسلمان اراکین اسمبلی سر محمد یامین خان کے ساتھ تھے کچھ محمد علی جناح کی زیر قیادت کام کر رہے تھے اور کچھ بطور آزاد رکن اسمبلی کی کاروائیوں میں حصہ لے رہے تھے۔ قائداعظم نے ان منتشر گروپوں کو یکجا کر کے ایک پارٹی کی شکل دی۔ اس پر مجلہ حمایت اسلام نے ''مسٹر جناح کا تازہ اقدام'' کے زیر عنوان ایک اداریے میں یہ توقع ظاہر کی کہ ان کے اس فیصلے سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا کیونکہ اس سے پیشتر مسلمان ممبروں میں نا اتفاقی کے سبب بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا۔ مجلہ کی رائے مین تمام مسلم ارکان کے ایک نظام کے تحت آنے کی صورت میں مسلم لیگ مرکزی اسمبلی میں پیش ہونے والے مسائل پر من حیث الجماعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی طرح غور کے قابل ہو جائے گی اور پورے مسلمانان ہند کی صحیح ترجمانی کر سکے گی‘‘

قائداعظم کی مندرجہ بالا تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے حمایت اسلام نے لکھا کہ ’’مسٹر جناح کے اس بیان پر حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ اس کی صداقت پر شاہد ہے‘‘۔[۲۷] ۱۹۳۹ء کے اواخر میں جب برطانوی حکومت اور کانگریس کے درمیان تنازع اٹھ کھڑا ہوا تو کانگریسی وزارتوں نے مستعفی ہونے کا عندیہ دیا۔ اس موقع پر قائداعظم نے ۲۷، اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس کو ایک بیان میں کانگریسی اکثریتی صوبوں میں عبوری حکومتوں کی تشکیل کو غیر قرین مصلحت اور نامناسب (inadvisable) بتلایا۔[۲۸]

’’مسٹر جناح کا دانش مندانہ بیان‘‘ کے زیر عنوان مجلّہ حمایت اسلام نے قائداعظم کے مندرجہ بالا بیان پر نہایت عمدہ الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ’’آپ کا بیان سرتا پا حب وطن سے مملو ہے اور اس کے لفظ لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ بیان مذکورہ ان لوگوں کے لیے سرمہ چشم ہے جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مسلم لیگ آزادی وطن کی خواہاں نہیں ہے یا یہ کہ مسلمان استخلاص وطن کے راستے میں روڑے اٹکا رہے ہیں‘‘۔ مجلّہ نے لکھا کہ مسٹر جناح کے اس بیان سے مخلصانہ حب الوطنی ٹپکتی ہے اور لیگ کانگریسی وزارتوں کے استعفوں پر بغلیں بجانا سخت معیوب سمجھتی ہے بلکہ وزارتوں پر للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھنا بھی اس کے نزدیک گناہ ہے۔ اگر ان کی بجائے کوئی ہندو لیڈر ہوتا یا مسلم لیگ کی جگہ کوئی اور جماعت ہوتی تو اس کا طرز عمل جدا ہوتا جس پر اس کا گذشتہ ریکارڈ شاہد ہے‘‘۔[۲۹]

کانگریسی وزارتوں نے جب مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا تو قائداعظم نے ایک بیان میں مسلمانان ہند سے یوم نجات منانے کی اپیل کی۔ قائداعظم نے واضح کیا کہ یوم نجات ہندوؤں کے خلاف نہیں بلکہ کانگریسی وزارتوں کے مسلم کش رویہ کے خلاف ہے۔ قائداعظم کی اس اپیل سے نہ صرف کانگریسی حلقوں بلکہ تمام ہندو کیمپ میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ ہندو اخبارات نے قائد کے خلاف زہر آلود مضامین شائع کیے ہندو لیڈروں نے دھویں دار اور معاندانہ تقاریر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ مجلّہ حمایت اسلام نے ''یوم نجات کی تجویز اور ہندو کیمپ میں زلزلہ'' کے زیرعنوان ایک اداریہ میں پنڈت جواہر لال نہرو پر سخت گرفت کی اور قائداعظم کی اپیل پر ان کی بوکھلاہٹ کا ذکر کیا۔ مجلّہ نے پنڈت جی کے چوپاٹی والے بیان کو بطور ثبوت پیش کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں مسٹر جناح کے بیان کے مطابق کانگریسی حکومتوں کے مظالم مان لوں تو میرے لیے اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ یا تو ہندوستان چھوڑ کر بھاگ جاؤں یا کوہ ہمالیہ کے کسی گوشہ میں جا بیٹھوں یا خودکشی کر لوں لیکن میں ان تینوں میں سے ایک بات پر بھی آمادہ نہیں''۔

اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مشہور اچھوت لیڈر ڈاکٹر امبید کر نے اپنے ایک بیان میں قائداعظم کی اس تجویز کی پرزور تائید کی تھی۔ ان کی رائے میں یہ اپیل پوری حمایت کی مستحق تھی کیونکہ نہ تو یہ ہندوؤں کے خلاف تھی اور نہ ہی اس سے فسادات کا اندیشہ تھا۔ مجلّہ حمایت اسلام نے ڈاکٹر امبید کر کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''ملک کے تمام سنجیدہ طبقوں کی بھی یہی رائے ہے کہ کانگریس کو یوم نجات کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے بلکہ کانگریسی حکومتوں کے مظالم کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہیے کیونکہ جو جماعت اپنے عیوب و نقائص سننے کی قوت ہی نہ رکھتی ہو وہ انہیں رفع کس طرح کرے گی۔ ہاں وہ لوگ جو اپنی کمزوریوں کی داستان سننا گوارا کر لیں وہ انہیں رفع بھی کر سکتے ہیں۔[۳۰]

قائداعظم کی اپیل پر نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ دیگر اقلیتوں نے بھی یوم نجات بڑی شان و اہتمام سے منایا۔ اس موقع پر مجلّہ حمایت اسلام نے ''ملک میں یوم نجات کس شان سے منایا گیا۔ مسٹر جناح کے اخلاص و حب الوطنی کا عملی ثبوت'' کے زیرعنوان قائداعظم کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ان کے اخلاص اور حب وطن کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے یوم نجات منانے کے سلسلے میں یہ تاکید کی تھی کہ کسی قسم کے مخالفانہ مظاہرے نہ کیے جائیں اور نہ ہی جلوس نکالے جائیں صرف مساجد میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور جا بجا دعائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مانگی جائیں کہ اے مالک آئندہ ایسی حکومتیں قائم ہوں جو اقلیتوں کے ساتھ انصاف کریں جن کا شیوہ عدل گستری ہو جو مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی سے بالاتر ہوں''۔[۳۱]

مجلّہ کے نزدیک قائداعظم نے یوم نجات کی تحریک سے اپنی انتہائی صداقت کا ثبوت دیا تھا جس کا مقصد محض اتنا تھا کہ کانگریسی حکومتوں کے مظالم ظاہر ہونے کے بعد جدید صوبائی حکومتیں جب بھی قائم ہوں مسلمانوں یا دیگر اقلیتوں پر اس قسم کے مظالم کا اعادہ نہ ہو سکے۔حمایت اسلام کی رائے میں ''یوم نجات کی تجویز مسٹر جناح کی نیک نیتی پر دال ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ تسخیر قلوب کا ایک اچھا خاصہ نسخہ ہے کیونکہ جب صوبائی حکومتیں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق پامال نہیں کریں گی تو وہ بھلا کیوں ان کے خلاف آواز بلند کریں گے''۔مجلّہ کا کہنا تھا کہ چونکہ ہندو لیڈروں اور اخبارات نے یوم نجات کی تحریک کو اپنی ''پردہ دری'' کے مترادف سمجھا اس لیے انہوں نے حالت اشتعال میں قائداعظم کے خلاف زہر اگلا اور مسلم لیگ کو پانی پی پی کر کوسا حالانکہ ''مسٹر جناح ایک کمزور اور مظلوم قوم کی داستان مظلومیت کو منصہ شہود پر لانا چاہتے تھے تا کہ کانگریسی حکومتوں کو اپنا سیاہ وسفید نظر آئے اور آئندہ کے لیے کوئی حکومت ایسے مظالم کی مرتکب نہ ہو''۔[۳۲]

۱۹۴۲ء میں ایم کے گاندھی نے ہندو یونیورسٹی بنارس میں ایک تقریر کے دوران میں ایک بے بنیاد دعویٰ کیا تھا کہ ''بے تعصبی ہندومت کی میراث ہے''۔ایک ہندو مضمون نگار نے مدراس کے اخبار ''سنڈے آبزور'' میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر گاندھی کے اس دعویٰ کو واقعات کی روشنی میں غلط ثابت کیا تھا۔اتفاق سے آل انڈیا مسلم لیگ کے ترجمان ''ڈان'' (دہلی) نے اس مضمون کو اپنے ہاں نقل کیا۔مسٹر گاندھی نے ''ہریجن'' میں اس مضمون کے خلاف ''قائداعظم کے نام ایک اپیل'' کے زیر عنوان احتجاج کیا۔قائداعظم نے اورینٹ پریس کو ایک انٹرویو میں مسٹر گاندھی کی ''اپیل'' کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''اول تو میں اس بحث میں الجھنا پسند نہ کرتا لیکن میرے نام مسٹر گاندھی نے اخباری اپیل کی اشاعت نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ان کے اس مضمون سے ہندوؤں کے دلوں میں میرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مسلم لیگ کے خلاف بغض پھیلنے کا اندیشہ ہے''۔ قائداعظم نے الزام لگایا کہ گاندھی جی نے پورے مضمون میں سے محض اقتباس لے کر اسے پاکستان کے خلاف استعمال کیا ہے۔ قائداعظم نے مسٹر گاندھی کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''پاکستان کے ماتحت ہندوؤں اور دوسری اقوام سے جو مختلف مذاہب کی پابند ہیں اس اصول کی بنا پر سلوک ہوگا کہ سب انسان برابر ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ تمام انسانوں سے مساوات کا سلوک کیا جائے۔ پاکستان میں ہندوؤں اور دوسری اقوام سے منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ ہر ذمہ دار مسلمان کا نقطہ نظر یہی ہے۔ ہمیں یہ تلقین قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے''

مجلّہ حمایت اسلام نے مندرجہ بالا واقعہ کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ مسٹر گاندھی بجائے اس کے کہ اعتراضات کی تردید میں مدلل و مسکت ثبوت کرتے الٹا قائداعظم پر برس پڑے کہ یہ مضمون مسلم لیگ کے اخبار میں کیوں نقل کیا گیا ہے۔ گاندھی جیسے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے رہنما سے ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت کا سرزد ہونا نہایت تعجب انگیز ہی نہیں بلکہ بے حد افسوسناک بھی ہے''۔[۳۳]

دوسری جنگ عظیم کے دوران جب جاپانی افواج نے کلکتہ پر بمباری کا سلسلہ شروع کیا تو کانگریس نے برطانوی حکومت کو مشکلات میں پاتے ہوئے اس پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے سول نافرمانی کی تحریک چلانے کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ کانگریس نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' (Quit India Movement) کے نام سے ایک پرتشدد تحریک کا آغاز کر دیا۔ اس تحریک کا ایک مقصد بھی تھا کہ برطانیہ حکومت کی باگ ڈور کانگریس کے سپرد کر جائے تا کہ پاکستان کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے۔ ایم کے گاندھی نے اپنے اخبار ہریجن (Harijan) میں ایک مضمون میں قیام پاکستان کی مخالفت کے علاوہ برطانیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ہندوستان کی کنجیاں اس کے حوالے کر کے واپس چلا جائے۔ اپنے اس مضمون میں گاندھی جی نے یہ بھی لکھا کہ صرف حامیان پاکستان ہی جانتے ہیں کہ اس سے ان کی کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مراد ہے اور کسی بھی شخص نے مجھے اس سکیم کے مفہوم سے آگاہ نہیں کیا۔

قائداعظم نے اپنے ایک جوابی بیان میں گاندھی کے اس تجاہل عارفانہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ''ان کی تحریروں اور طریق عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فانی انسان تو انہیں مسلم مطالبہ کی حقانیت کا یقین نہیں دلا سکا البتہ پروردگار عالم قبول حقانیت و صداقت کی توفیق عطا فرما دے تو یہ دوسری بات ہے۔ قائداعظم نے گاندھی کے ''آزاد ہندوستان'' کے نقطہ نظر کے بارے میں کہا کہ ''یہ تصور ہمارے نقطہ نظر سے بالکل جدا ہے۔ پاکستان کا حصول مسلمانوں کے نزدیک عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے''۔ قائد نے گاندھی سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کو بے وقوف بنانا بند کر دیں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے ایک ممتاز و سرکردہ رہنما کی حیثیت سے آبرومندانہ مفاہمت کے لیے خلوص قلب اور صاف بیانی کا مظاہرہ کریں۔ اس طرح وہ نہ صرف ہندوستان کی دو بڑی جماعتوں بلکہ اقلیتوں کے کروڑوں افراد کی عظیم الشان خدمت انجام دے سکیں گے۔

مجلہ حمایت اسلام نے قائداعظم کے ان ارشادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ان کے اس حقائق افروز بیان نے گاندھی جی کی پر پیچ سکیم سے تمام پردے اٹھا کر ان کے دل کا گوشہ گوشہ بے نقاب کر دیا ہے اور اب اس ساحر و اردھا کا کوئی جادو مسلمانوں پر نہیں چل سکتا۔ انہیں اپنے قادر مطلق اللہ اور خود اپنی ذات کے سوا کسی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر قیمت پر اپنے اس پاکیزہ نصب العین کو حاصل کر کے رہیں گے۔ مجلہ نے گاندھی جی کو مشورہ دیا کہ وہ قائداعظم کے اس بصیرت افروز بیان پر حق و انصاف کی روشنی میں غور فرمائیں اور آبرومندانہ مفاہمت کے لیے سچے دل سے ہاتھ بڑھا کر ملک کی صحیح خدمت انجام دیں۔ مجلہ نے انہیں متنبہ کیا کہ دوسری صورت میں ہندو راج کے متعلق ان کا محبوب و حسین خواب قیامت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا اور بدنصیب ہندوستان کبھی غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزادی کا خلعت فاخرہ زیب تن نہیں کر سکے گا۔ [۳۴]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے مدراس اجلاس (۱۹۴۲ء) میں اپنے صدارتی خطبے میں دیگر امور کے علاوہ ''کرپس تجاویز'' کو تفصیلی طور پر موضوع سخن بنایا۔ قائداعظم نے برطانوی حکومت پر بالخصوص زور دیا کہ وہ پاکستان کے اصول کو غیر مبہم طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کرے۔ مجلہ حمایت اسلام نے ''قائداعظم کا خطبۂ صدارت'' کے زیر عنوان ایک اداریہ میں ان کے نقطہ نظر سے مکمل ہم آہنگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ''اس دستاویز (کرپس تجاویز) میں بہت سی خامیاں ہیں جن کی تصریح کے بغیر فیصلہ مشکل ہے خصوصاً پاکستان سکیم کی راہ تکمیل میں روڑے اٹکائے جانے کا احتمال ہے جب کہ اسی سکیم پر مسلمانان ہند کی زندگی و موت کا انحصار ہے''۔ اگرچہ ان تجاویز میں پاکستان سکیم کو بالکل ہی غیر مبہم طریق پر تسلیم کیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود کانگریس کو اس میں ''پاکستان کے جراثیم'' نظر آ رہے تھے اور اسی بنیاد پر اس نے ان تجاویز کو مسترد کیا تھا۔ مجلہ نے کانگریس کے اس نقطہ نظر کو ''تدبر، فرزانگی اور معقولیت سے یکسر خالی'' قرار دیا تھا۔ مجلہ کی رائے میں ''انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ دستاویز محض ایک خاکہ ہے جس میں رنگ بھر کر اسے مکمل کرنے کا کام ہندوستانیوں پر چھوڑ دیا گیا تھا اور اگر دونوں جماعتوں کے بیدار مغز، عدل دوست اور محب وطن رہنما سر جوڑ کر بیٹھیں اور اتحاد و تحفظ حقوق کی روشنی میں زیر بحث مسئلے کے تمام پہلوؤں پر پوری طرح بحث و تمحیص کر کے کوئی ایسی راہ نکالیں جو دونوں کو منزل مقصود کی طرف لے جاتی ہو تو ہندوستان کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھے گا اور اس کی سب سے بڑی اور سب سے محبوب خواہش کی تکمیل کا سامان بہم پہنچ جائے گا ورنہ انصاف و رواداری کا رشتہ ہاتھ سے چھوڑ کر خود غرضی اور بیجا فرقہ پرستی کا دامن تھام لیا تو قیامت تک ہمارا ملک غلامی کے جہنم سے نہیں نکل سکتا اور مخلص فدایان قوم و وطن کا خواب آزادی قیامت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا''[۳۵]

۱۹۴۲ء میں قائداعظم نے امریکن نیشنل سروس کے ایک نمائندہ سے دوران گفتگو کہا کہ ''اگر مسلمانوں کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ جنگ عظیم دوم کے اختتام پر مسلم ریاستوں کا قیام عمل میں آ جائے گا اور فوجی عمر کے مسلمانوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہتھیار دے دیے جائیں تو ہندوستانی مسلمان اپنی پوری قوت کے ساتھ جاپانی حملہ آوروں کو روکیں گے''۔

قائداعظم نے اپنی اس گفتگو میں پاکستان کے مطالبے کو بالکل جائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان کل آبادی کا ایک چوتھائی ہیں اس لیے انہیں اتنا ہی بڑا ملک مل جائے گا اور ہندوؤں کو تین چوتھائی۔ ساتھ ہی قائداعظم نے یہ بھی کہا کہ اگر میں ہندوؤں کا لیڈر ہوتا تو میں کہتا کہ ''ہمیں چاہیے کہ ہم جلد از جلد مسٹر جناح سے اس تجویز پر دستخط کروالیں''۔

اپنے اس بیان میں قائداعظم نے کانگریس کے اس دعویٰ کو جھوٹ قرار دیا کہ وہ مسلمانوں کے مفاد کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ دراصل یہ مسئلہ تو کانگریس کے قیام (دسمبر ۱۸۸۵ء) کے روز ہی سے پیدا ہو گیا تھا جب کہ کانگریس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام ہندوستان کے تمام طبقات کی نمائندگی کرتی ہے۔ اگر اس دعویٰ کو قبول کر لیا جاتا تو مسلمانوں کی انفرادیت ختم ہو کر رہ جاتی اور کانگریس یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوتی کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم آباد ہے۔ اسی سبب سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء) نے مسلمانوں کو کانگریس سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ لایعنی اور دور رس نتائج کی حامل بحث قیام پاکستان تک جاری رہی اور درحقیقت آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام اور پاکستان کی تشکیل نے کانگریس کے اس کھوکھلے اور بے بنیاد دعویٰ کو غلط ثابت کر دیا۔ قائداعظم نے اس انٹرویو میں کانگریس دعویٰ کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ''کانگریس کردار کے اعتبار سے ایک خالص ہندو ادارہ ہے اور مسلمانوں کے مفاد کی نمائندگی سے متعلق اس کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے''۔ قائداعظم نے بڑے تیقن کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ برطانیہ اور ''ہندو'' کانگریس کو پاکستان سے متعلق ہماری تجویز کے آگے سر جھکانا پڑے گا۔

مجلّہ نے ''مسٹر جناح کا بصیرت افروز بیان'' کے زیر عنوان ہندو زعماء پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ ''جن کے بڑے بڑے روشن دماغ سیاست دانوں کو ابھی تک ٹھنڈے دل سے پاکستان ایسے اہم و نازک مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی حالانکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بقول مسٹر جناح ہندوؤں کو ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت بڑا ملک مل جائے گا‘‘۔مجلّہ کے نزدیک ہندو پاکستان کی تجویز پر اس لیے معترض ہیں کہ ’’یہ تجویز مسلمانوں کی طرف سے پیش ہوئی ہے اور مسلمانوں کی ہر تجویز کی مخالفت ان کا ’’قومی‘‘ فرض ہے خواہ وہ ان کے لیے کتنی ہی سودمند کیوں نہ ہو‘‘۔مجلّہ نے واضح کیا کہ کانگریس خواہ کتنے ہی نقاب پہن کر کیوں نہ آ جائے مسلمانوں پر اس کا جادو نہیں چل سکتا اور مسلمان کبھی بھی ’’نیشنل گورنمنٹ‘‘ کے جال میں نہیں پھنسیں گے۔’’مسلمانوں کا واحد نصب العین پاکستان ہے جس کے حصول میں وہ اپنی زندگی اور عدم حصول میں اپنی موت سمجھتے ہیں اس لیے وہ اپنے منتہائے مقصود کو حاصل کر کے زندہ رہنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں گے‘‘۔مجلّہ نے کانگریس کو انصاف اور آزادی کے سچے جذبے سے سرشار ہو کر مسلم لیگ سے مفاہمت کرنے کا مشورہ دیا۔مجلّہ کے نزدیک ’’ہندوستان کے پیچیدہ مسئلے کا بہترین حل پاکستان کے سوا کوئی اور نہیں اور یہی وہ سیدھا اور پرامن راستہ ہے جس پر گامزن ہو کر اہل ہند آزادی کی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں‘‘۔ ۳۶

قائداعظم نے ۱۹۴۲ء میں مسلمانان ہند سے آل انڈیا مسلم لیگ کے لیے سرمایہ جمع کرنے کی اپیل کی تھی جس کے جواب میں ہر جگہ سے نہایت گرم جوشی کے ساتھ لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔میمن ایوان تجارت اور میمن مرچنٹس ایسوسی ایشن نے اس ضمن میں قائداعظم کی خدمت میں ایک سپاسنامہ اور سترہ ہزار روپے کی ایک تھیلی پیش کی تھی۔قائداعظم نے ان کے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے گذشتہ پانچ سالوں میں مسلم انڈیا کی سیاسی معاملات میں پیش رفت اور مسلمانوں میں سیاسی بیداری کے فروغ کا ذکر کیا۔قائداعظم نے کہا کہ پانچ سال کے بعد مارچ ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے لیے فنڈ کی اپیل کی تھی جس کے نتیجے میں ہندوستان بھر سے تین لاکھ آٹھ ہزار روپے جمع ہو چکے تھے۔

مجلّہ حمایت اسلام نے مذکورہ بالا جلسے اور فنڈ کے سلسلے میں میمن بھائیوں کے اس ایثار کو سراہتے ہوئے ہندوستان بھر کے مسلم اداروں سے اپیل کی کہ وہ کمر ہمت باندھ کر چندہ جمع کرنے میں مصروف ہو جائیں۔مجلّہ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''برادران وطن'' کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھا کہ جن کا ایک ہی کروڑ پتی اور مخیّر فرد میدان میں اترتا ہے اور تمام کی تمام رقم اپنی جیب سے ادا کر دیتا ہے اپنے رہنماؤں کی اپیل پر۔مجلّہ نے متمول مسلمانوں سے اپیل کی کہ'' وہ اپنے قائداعظم کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے جلد سے جلد مطلوبہ سرمایہ فراہم کر دیں پھر وہ بفضلہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ کارزار حیات میں کس خوبی سے مہم پر مہم سر کرتے جائیں گے''۔ ۳۷

قائداعظم سیکولر تھے یا نہیں یہ بے مقصد بحث آج تک طول پکڑے ہوئے ہے حالانکہ اس مغربی اصطلاح کا کسی بھی صورت مشرقی دنیا پر اطلاق نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اسے کسی بھی مسلمان پر منطبق کرنے کی کوشش کی جائے۔ خود قائداعظم کے اس ضمن میں کیا رجحانات تھے اس کی بہترین مثال جون ۱۹۳۸ء میں بمبئی میمن ایوان تجارت کے سپاسنامے کے جواب میں ایک تقریر میں ملتی ہے۔اس تقریر میں بقول مجلّہ حمایت اسلام ''بہت سی کارآمد اور مفید باتیں'' ارشاد کیں اور ہندوستانی مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کی کہ مسلمانوں کے لیے بہترین پروگرام کتاب اللہ ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے موجود ہے جو مسلمانوں کی اقتصادی، تمدنی، معاشرتی اصلاح وترقی اور سیاسی جدوجہد میں ان کی صحیح رہنمائی کرتی ہے۔قائداعظم نے اس موقع پر کہا تھا کہ'' میں اس قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہوں اور یہی میرے لیے قطعی محبت ہے۔قرآن کریم آزادی، اخوت اور مساوات تین چیزوں کی ہدایت کرتا ہے اور بحیثیت مسلمان میں بھی انہی تین چیزوں کا خواہاں ہوں اور چونکہ میرا مذہب مجھے آزادی کا حکم دیتا ہے اس لیے میں اپنے وطن کی آزادی کی خاطر ہندو مسلم مصالحت کے لیے بہت بے چین ہوں''۔

مجلّہ حمایت اسلام نے قائداعظم کے ان ارشادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ'' ہمیں یقین ہے کہ مسلمان مسٹر جناح کے ان ارشادات کو سامنے رکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ بھی قرآن حکیم کو عملی طور پر اپنا رہنما مان لیں۔مسلمانوں کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ آج وہ قرآن حکیم سے منحرف ہو رہے ہیں اور قرآنی فیصلوں پر اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتی اور جماعتی فیصلوں کو ترجیح دینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ وہ یوں منہ سے تو قرآن کو آخری اور حجت قرار دیتے ہیں مگر اس وقت جب کہ ان کا ذاتی مفاد قرآن حکیم کی تعلیمات سے ٹکراتا ہے تو وہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر قرآنی تعلیمات کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی یہی سب سے بڑی کمزوری، ان کی پستی اور ادبار کا موجب ہوئی ہے۔ اگر آج وہ قرآنی تعلیمات کے صحیح معنوں میں پابند ہو جائیں تو وہ دنیا کی زندہ قوم بن جائیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اور قوت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ جہاں مسلمان اپنی فلاح و بہبود کے ہزاروں جتن کرتے ہیں وہاں ایک بار وہ اس آزمودہ نسخہ کو بھی آزما دیکھیں تو ان کا کیا حرج ہے۔[۳۷] جولائی ۱۹۴۶ء میں قائداعظم نے حیدرآباد دکن میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے نظام حیدرآباد دکن کی ایگزیکٹو کونسل کے ارکان اور مسلم جماعتوں کے لیڈروں کو آئندہ دستور میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا التزام کرنے اور ہندوؤں، پسماندہ اقوام اور عیسائیوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانے کا مشورہ دیا تھا۔

قائداعظم کا یہ مشورہ اقلیتوں کے حقوق کے ضمن میں ان کی مستقل سوچ کا بہترین آئینہ دار ہے۔ دوسری جانب حیدرآباد دکن کے مسلمان حکمران اور ریاست جموں وکشمیر کے غیر مسلم ڈوگرہ حکمرانوں کی سوچ اور ان کے طرز عمل کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اس دور میں ڈوگرہ حکمران کس طرح مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اس کے بارے میں حمایت اسلام نے قائداعظم کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''ایک طرف ان ارشادات اور اعلیٰ حضرت شہریار دکن کی ریاست میں اقلیتوں کے ساتھ ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر فیاضانہ سلوک کو پیش نظر رکھیے اور دوسری طرف کشمیر کے عدل برانداز، وحشیانہ اور خونچکاں واقعات پر غور کیجیے آپ پر مسلمان فرماں روا اور ہندو حاکم کی متضاد ذہنیتیں آئینہ ہو جائیں گی۔ اپنی اس تقریر میں قائداعظم نے برطانوی ہند کی سیاست کے متعلق کہا کہ مسلمانان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہند نے پانچ سال کے عرصے میں اپنے آپ کو منظم کرلیا ہے۔ بعض لوگ اسے معجزہ سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں اسلامی اخوت اور مساوات نے ہماری صفوں میں اتحاد پیدا کیا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کو اسلامی اصول کے مطابق عزت اور آزادی کی زندگی درکار ہے اور ہم پاکستان محض اسی لیے چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو دوسروں کو دبانے اور ان پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہم ان کے غلام نہیں بننا چاہتے۔ آج سیاسی میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کون جیتتا ہے''۔

قائداعظم کے ان افکار پر تبصرہ کرتے ہوئے مجلّہ حمایت اسلام نے لکھا کہ ''حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے فرزندان توحید قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کتاب وسنت پر پوری طرح عامل ہو جائیں اور ان کے جسم وروح پر خدا کے سوا کسی کا خوف مسلط نہ ہوتو دنیا بھر میں کوئی ویول، کوئی ایٹلے کوئی گاندھی اور کوئی نہرو انہیں غلامی کی زنجیروں میں نہیں جکڑ سکتا اور جس حقیقی پاکستان کے وہ خواہش مند ہیں وہ آن کی آن میں ان کے قدم چوم سکتا ہے۔ کلمہ گویان ہند کے رہنماؤں کو چاہیے کہ آج ملکی سیاست پر نہایت گہری نظر ڈال کر اور کانگریس کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے کسی ایسی سکیم کو منظور نہ کریں جس سے ان کے محبوب پاکستان میں ذرا سا بھی رخنہ پڑنے کا احتمال ہو کیونکہ اس وقت ہماری زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے اگر خدانخواستہ ذراسی بھی لغزش ہوگئی تو ہندوستان کی سیاسی دنیا ہمارے لیے ابدی محکومی کا جہنم زار بن کر رہ جائے گی اور اس وقت کف افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا''۔ ۳۹

حوالہ جات

۱۔ دیکھیے ڈیوڈ گلمارٹن، **Islam & Empire,** Punjab & the Making of Pakistan, Oxford University Press, Delhi, 1989.

۲۔ روزنامہ پیسہ اخبار، ۳۰ دسمبر ۱۹۱۹ء، ص ا۔

۳۔ روزنامہ انقلاب، ۱۰ اپریل، ۱۹۲۸ء، ص ۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ احمد سعید چھتاری، یادایام، مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ، سن ندارد، ص ۱۷۲۔

۵۔ ہفت روزہ حمایت اسلام، ۱۸ جون ۱۹۳۱ء، ص ۴۔

۶۔ عصر جدید، کلکتہ، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء، ص ۴۔

۷۔ حمایت اسلام، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء، ص ۳۔

۸۔ حمایت اسلام، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء، ص ۳۔

۹۔ حمایت اسلام، ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۴۔

۱۰۔ مدینہ (بجنور)، ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء، ص ۳۔

۱۱۔ حمایت اسلام، اداریہ، ۳ جون ۱۹۳۷ء، ص ۳۔

۱۲۔ Waheed Ahmed, *The Nation's Voice-Towards Consolidation*, March 1935-March 1940, Karachi, 1992, p. 200.

۱۳۔ حمایت اسلام، ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء، ص ۴۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۔

۱۵۔ حمایت اسلام، ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء، ص ۴۔

۱۶۔ حمایت اسلام، ۶ جنوری ۱۹۳۸ء، ص ۶۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۔

۱۸۔ حمایت اسلام، ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء، ص ۷۔

۱۹۔ عاشق حسین بٹالوی، ہماری قومی جدوجہد، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۸۹۔

۲۰۔ حمایت اسلام، ۵ مئی ۱۹۳۸ء، ص ۵۔

۲۱۔ عاشق حسین بٹالوی، ہماری قومی جدوجہد، لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۸۱،۸۲۔

۲۲۔ ایضاً، ۸۲۔

۲۳۔ حمایت اسلام، ۵ مئی ۱۹۳۸ء، ص ۵۔

۲۴۔ حمایت اسلام، ۵ مئی ۱۹۳۸ء، ص ۵۔

۲۵۔ حمایت اسلام، ۹ مئی ۱۹۳۸ء، ص ۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۶۔ حمایت اسلام، ۱۶ نومبر ۱۹۳۸ء، ص ۶۔۵۔

۲۷۔ Waheed Ahmed, *The Nations Voice*, March 1935-March 1940, Karachi, 1992, p.

۲۸۔ حمایت اسلام، ۲ نومبر ۱۹۳۹ء، ص ۳۔

۲۹۔ حمایت اسلام، ۲۱ دسمبر ۱۹۳۹ء، ص ۶۔

۳۰۔ حمایت اسلام، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء، ص ۳۔

۳۱۔ حمایت اسلام، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء، ص ۳۔

۳۲۔ حمایت اسلام، ۱۹ مارچ ۱۹۴۲ء، ص ۴۔

۳۳۔ حمایت اسلام، ۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء، ص ۳۔

۳۴۔ حمایت اسلام، ۹ اپریل ۱۹۴۲ء، ص ۴۔۵۔

۳۵۔ حمایت اسلام، ۴ جون ۱۹۴۲ء، ص ۳۔

۳۶۔ حمایت اسلام، ۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء، ص ۳۔

۳۷۔ حمایت اسلام، ۱۶ جون ۱۹۳۸ء، ص ۵۔

۳۸۔ حمایت اسلام، ۱۰ جولائی ۱۹۴۶ء، ص ۳۔

© rasailojaraid.com